وہ ''فریب خوردہ'' شاہیں جو پلا ہو کرگسوں میں
اسے کیا خبر کہ کیا ہے راہ و رسم شہبازی

WWW.ALFAQR.NET

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

فریب خوردہ.....!

بے خبر غافل نہ بن اپنا ٹھکانہ یاد کر
ساتھ جو گذرا ہے وہ زمانہ یاد کر
بھول گئے تم کرکے وعدہ سامنے محبوب کے
عالم لاہوت کا وہ وعدہ پرانا یاد کر

ہر انسان کے لاشعور کے اندر مشرق سے ابھرتے ہوئے سورج کی طرح ایک سوال طلوع ہوتا ہے وہ سوال یہ ہے کہ انسان کہاں سے آیا ہے اور یہاں اس کی زندگی کا کیا مقصد ہے؟ اس مقصد تک کس طرح رسائی حاصل کرے اور لوٹنا کدھر ہے؟ اکثر کے لاشعور یہی جواب پاکر لاجواب ہوجاتے ہیں کہ اس کا کوئی جواب نہیں جو اپنے کام میں محو ہے ٹھیک ہے جو اپنی مستی میں مست ہے درست ہے اس موضوع پر محققین نے مختلف انداز میں مختلف مقاصد بیان کیے مؤلفین نے مختلف الفاظ لکھ کر مختلف اغراض لکھے مصنفین نے مختلف تحریریں تحریر کر کے مختلف مشن تحریر کیے ۔غرض کسی نے کچھ کہا، کسی نے کچھ لکھا، کسی نے کچھ پڑھا، کسی نے کچھ سنا اور کسی نے کچھ سنایا کسی نے کچھ سوچا کسی نے کچھ کہا الجملہ ہر کسی نے اپنے انداز کو اور اپنے کلام کو بہتر اور سب سے اچھا ظاہر کرنے کی کوشش کی لیکن کوئی بھی اس کا مثبت جواب اور پہلو نہ نکال سکا۔لیکن جب پیدا کرنیوالے سے پوچھا گیا کہ اے خالق تیرا دنیا کو بنانے اور

پیدا کرنے کا کیا مقصد تھا تو نے اسے کس لئے پیدا کیا تو اللہ تعالیٰ نے کئی راستے کھول دیئے جن میں قرآن پاک کا راستہ، حدیث قدسی کا راستہ، باعث تخلیق کائنات کی احادیث مبارکہ کا راستہ، انبیاء کرام کے واقعات اور اولیاء کرام کی تعلیمات کا راستہ بلکہ اللہ تعالیٰ نے ان گنت راستے روز روشن کی طرح عیاں کر دیئے بلکہ تلاش کرنے والوں کے لئے رب العزت نے قرآن مجید میں ارشاد فرمایا؛

والذین جاھدوا فینا لنھدینھم سبلنا

ترجمہ: ''جو ہمارے راستے میں یعنی (اللہ تعالیٰ کو تلاش کرنے کیلئے) مجاہدے کرتے ہیں ہم ان پر اپنے تمام راستے کھول دیتے ہیں''

اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں مقصد تخلیق کے بارے میں ارشاد فرمایا؛

وما خلقت الجن والانس الالیعبدون

ترجمہ: ''اور نہیں پیدا کیا میں نے (کسی مقصد کیلئے) جنوں اور انسانوں کو مگر اپنی عبادت کیلئے۔''

اس آیت مبارک کی تفسیر بیان کرتے ہوئے حضرت عبداللہ ابن عباسؓ فرماتے ہیں ''لیعبدون ای لیعرفون'' اپنی عبادت یعنی اپنی معرفت اور پہچان کیلئے تو معلوم ہوا کہ انسان کی زندگی کا مقصد اور اس دنیا کے اندر آنے کا مقصد صرف اور صرف اللہ تعالیٰ کی معرفت اور پہچان ہے۔

سورج چاند تارے پیدا کئے تیری ضیاء کے واسطے
جانور پیدا کئے تیری وفا کے واسطے
کھیتیاں سرسبز کیں تیری غذا کے واسطے

اے انسان یہ سب کچھ تیرے لئے اور تو خدا کے واسطے

قارئین محترم! انسان کا اس دنیا میں آنا ایک دلچسپ مثال کے ساتھ ''عکسِ آئینہ وصورتِ اصلی'' والی مطابقت رکھتا ہے۔

ایک چرواہا ایک جنگل میں بھیڑیں چرانے گیا واپسی پر شام کے وقت اس نے ایک شیر کا کچھار دیکھا اس نے دیکھا کہ شیر اور شیرنی دونوں شکار کی تلاش میں گئے ہوئے ہیں اور ان کا بچہ اس کچھار میں اکیلا پڑا ہوا ہے اس نے موقع کو غنیمت جانا اور شیر کے بچہ کو اٹھالیا اور گھر لاکر رکھ لیا اور بھیڑوں کے ساتھ پالنے لگا۔ شیر کا بچہ بھیڑوں کے ساتھ جنگل میں جاتا ان کی طرح ان کو دیکھ کر گھاس اور درختوں کے پتے اور چارہ وغیرہ کھاتا۔ اس طرح شیر کا بچہ بھیڑوں کے ساتھ بھیڑ بن کر رہ رہا تھا اور وہ جوان بھی ہوگیا اور اپنی حقیقت بھی بھول گیا۔ ایک دن وہی شیر بھیڑوں کے ساتھ جنگل میں چرنے کیلئے گیا تو ایک دوسرے شیر نے بھیڑوں کو دیکھ کر ان پر حملہ کردیا۔ شیر نے دیکھا ان بھیڑوں کے درمیان ایک اس کا ہم جنس شیر بھی اس کے خوف کی وجہ سے ان بھیڑوں کے ساتھ ساتھ بھاگ رہا ہے تو اس شیر نے ان بھیڑوں کو چھوڑ کر اس شیر کو پکڑ لیا اور وہ شیر خوف کی وجہ سے چیخنے چلانے لگا تو بڑے شیر نے کہا میں تجھے کچھ نہیں کہتا تجھے صرف تیری حقیقت سے آگاہ کرنے کیلئے پکڑا ہے کہ تیری حقیقت کچھ اور ہے تو نے سمجھا کچھ اور ہے بڑا شیر اس کو پکڑ کر ایک پانی کے چشمہ پر لے گیا اس سے پوچھا کہ میں کون ہوں تو گمراہ از حقیقت شیر نے جواب دیا کہ آپ شیر ہیں اس نے پھر سوال کیا کہ میرا کام کیا ہے؟ اس نے کہا جانور کا شکار کرنا پھر اس نے سوال کیا کہ تو کون ہے تو اس نے جواب دیا میں بھیڑ ہوں اس نے کہا میرا پنجہ غور سے دیکھو بڑے

شیر نے اپنا پنجہ دکھایا پھر کہا اب اپنا پنجہ اٹھا کر پانی میں دیکھو تو اس نے جب پنجہ کو غور سے دیکھا تو بڑے شیر کہا کہ تیرے اور میرے پنجہ میں کیا فرق ہے تو اس نے کہا کہ کوئی فرق نہیں ہے تو بڑے شیر نے کہا اب میرا منہ غور سے دیکھو جب اس نے دیکھ لیا تو بڑے شیر نے کہا اب اپنا منہ پانی میں دیکھو جب اس نے دیکھ لیا تو بڑے شیر نے کہا اب بتاؤ تمہارے اور میرے منہ میں کتنا فرق ہے؟ تو اس نے کہا کوئی فرق نہیں پھر بڑے شیر نے کہا تمہاری حقیقت کیا ہے تو اسنے کہا شیر۔ تو پھر بڑے شیر نے کہا کہ تمہاری غذا کیا ہے تو اس نے کہا گھاس۔ پھر بڑے شیر نے کہا میری غذا جانوروں کا گوشت ہے جب تمہاری اور میری حقیقت ایک ہے تو پھر غذا ایک کیوں نہیں ہے؟ پھر بڑے شیر نے ایک بھیڑ کو پکڑا اور اس شیر کو کہا اب گھاس بھی کھا اور گوشت بھی کھا پھر بتا لذت کس چیز میں زیادہ ہے چھوٹے شیر پہلے گھاس کھایا پھر اس نے بھیڑ کا خون پیا اور اس کا گوشت کھایا یعنی جب اپنی اصل خوراک ملی تو اس کی عجیب لذت اور کیف محسوس کیا تو اپنی سابقہ زندگی پر پچھتاوا کیا۔

قارئین محترم! بظاہر ایک روایتی کہانی بنی ہوئی ہے لیکن میرا خیال ہے کہ یہ کہانی تراشنے والا کوئی عارف کامل ہوگا کیونکہ اس کہانی میں انسان کی حقیقت چھپی ہوئی ہے اگر اس میں ہم ایک چیز کو بھی زیر فکر کریں تو ہماری زندگی کا رخ تبدیل ہوسکتا ہے۔ شاید جہالت وتعصب کی گھنگور گھٹائیں ہمارے سروں سے اٹھ جائیں شاید ہمارے دلوں کے اندر آباد دنیا کفر والحاد سراسر مسلمانی میں تبدیل ہوجائے۔ زیر فکر یہ چیز ہے کہ انسان کہاں سے آیا ہے؟ بقول اقبالؒ:

کبھی اے نوجواں مسلم تدبر بھی کیا تو نے

وہ کیا گردوں ہے تو جس کا ہے اک ٹوٹا ہوا تارا

تو آیئے ! سلطان العارفین حضرت سخی سلطان باھُوؒ کی تعلیمات سے اس بات کا نتیجہ اخذ کرتے ہیں۔

حدیث قدسی: **کنت کنزاً مخفیاً فاردت ان اعرف فخلقت الخلق لاعرف**

ترجمہ: ''میں چھپا ہوا خزانہ تھا پس میرا ارادہ بنا کہ میں پہچانا جاؤں پس میں نے مخلوق کو اپنی معرفت اور پہچان کیلئے پیدا فرمایا۔''

حضور سلطان باھُوؒ فرماتے ہیں جب اللہ تعالیٰ نے چاہا کہ میں پہچانا جاؤں تو اپنے ذاتی نور کا اسم اللہ ذات کی صورت میں ظہور فرمایا اس نور سے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے نور مبارک کو پیدا فرمایا جیسا کہ حضرت جابرؓ سے آپؐ نے فرمایا:

یا جابر ان اللہ تعالیٰ خلق قبل الاشیاء نور نبیک من نورہٖ

ترجمہ: ''اے جابرؓ بے اللہ تعالیٰ تمام چیزوں سے پہلے تیرے نبی کے نور کو اپنے نور سے پیدا فرمایا۔''

دوسرے مقام پر حدیث پاک میں آتا ہے: **اول ماخلق اللہ نوری** ترجمہ: ''سب سے پہلے اللہ تعالیٰ نے میرے نور کو پیدا کیا۔''

ایک اور حدیث مبارک میں فرمان نبوی ﷺ ہے کہ **انا من نور اللہ تعالیٰ و کل خلائق من نوری**

ترجمہ: ''میں اللہ تعالیٰ کے نور سے اور تمام مخلوق میرے نور سے ہے۔''

یعنی اللہ تعالیٰ نے لفظ کُن فرما کر اٹھارہ ہزار عالم کی ارواح کو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے نور مبارک سے پیدا فرمایا اور پھر ان کو لاھوت کے اندر اپنے ذاتی

انوار وتجلیات کا دیدار کروایا اور روحیں چار ہزار سال تک انوار وتجلیات میں پلتی رہیں اس مقام پر پہنچ کر حضرت خواجہ غلام فریدؒ کی قلم سے تحریر فرمایا۔[

وسدے ہاسے تے وسدے ناسے تیری جھوک دے آسے پاسے

سن دے ہاسے مٹھڑیاں باتاں سوہناں یار سنڑیندا ہاسے

اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے تمام روحوں کو اکٹھا فرمایا اور ارشاد فرمایا الست بربکم ''کیا میں تمہارا رب ہوں تو تمام روحوں نے عرض کی قالو بلی ہاں یا اللہ تو ہی ہمارا رب ہے۔ حضور حضرت سخی سلطان باھو صاحبؒ فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے اپنی صفت ربوبیت کا اظہار کیوں فرمایا دراصل رب اللہ تعالیٰ کا صفاتی نام مبارک ہے جس کے معنی ہیں پالنے والا یعنی روحوں سے یہ خطاب کیا گیا کہ کیا میں تمہارا پالنے والا نہیں تو تمام روحوں نے عرض کی کہ ہاں یا اللہ تو ہی ہمارا پالنے والا ہے تمام روحیں اس وقت اللہ تعالیٰ کے ذاتی نور کو اسم اللہ ذات کی صورت میں دیکھ رہی تھیں تو معلوم ہوا کہ روح کی غذا اللہ تعالیٰ کے انوار وتجلیات کا مشاہدہ اور ذکر اللہ ہے اور یہ سوال وجواب اللہ تعالیٰ اور روحوں کے آمنے سامنے ہوئے اس وقت اللہ تعالیٰ نے اپنی ایک امانت پیش فرمائی۔ اس واقعہ کو قرآن مجید میں اس طرح بیان فرمایا۔ انا عرضنا الامانة علی السموات والارض والجبال فابین ان یحملنها واشفقن منها وحملها الانسان وانه کان ظلوماً جهولا

ترجمہ: ''بے شک ہم نے اپنی امانت پیش فرمائی آسمانوں پر، زمینوں پر، اور پہاڑوں پر تمام چیزیں بوجھ کو اٹھانے سے عاجز آگئیں اور ڈر گئیں انسان نے اس بوجھ کو اٹھالیا بے شک انسان (اپنے نفس کیلئے) بڑا ظالم اور جاہل ہے۔''

حقیقت الحق حضرت سلطان باھوؒ فرماتے ہیں ''یہ امانت اسم اللہ ذات تھی اللہ تعالیٰ نے فرمایا اے انسان تو نے اس امانت کو قبول کرلیا ہے اب میں تمہیں دوسرا جنم عطا کرونگا دوسرا جہاں عطا کروں گا یہ پاک نور یعنی لاھوتی امانت پاک نوری پردوں میں لپیٹ کر تیرے دل میں رکھ دوں گا اور پھر دیکھوں گا آیا کہ تم میری امانت کو صحیح سلامت واپس لوٹاتے ہو یا اسے ضائع کر کے آتے ہو۔ حضور سلطان العارفینؒ فرماتے ہیں۔

کن فیکون جدوں فرمایا اساں بھی کولے ہاسے ھو
ہکے ذات صفات رب دی آہی ہکے جگ وچ ڈھونڈ رہاسے ھو
ہکے لامکان آہا مکان اساڈا ہکے بتاں وچ آن پھاسے ھو
نفس پلید پلید چا کیتا باھوؒ اساں اصل پلید ناسے ھو

اس کلام ذیشان سے ہمیں یہ چیز معلوم ہوتی ہے کہ انسان اصل میں لاھوت لامکان کا مکین ہے اللہ تعالیٰ نے اسے لاھوت وجبروت سے ملکوت اور ملکوت سے سیر کرا کر ناسوت کے اندر چھوڑا تاکہ اس سے اس عالم ناسوت جو کہ کمرہ امتحان کی حیثیت رکھتا ہے اس میں انسان سے امتحان لیا جائے۔

قارئین محترم! انسان شیر کی مثل ہے اور یہ اپنے ڈیرے سے لایا گیا ہے اس اصل ڈیرہ جنگل ہے یہی بات لے لیں انسان کا اصل ڈیرہ لامکان ولاھوت ہے اسے وہاں سے اٹھا کر بھیڑوں میں مراد نفس، شیطان اور دنیا میں رکھا گیا ہے انسان اپنی حقیقت کو بھول کر ان بھیڑوں کے ساتھ ان کی حقیقت اور روپ اپنائے ہوئے ہے اس کو چاہئے کہ وہ شیر تلاش کرے جو کہ اس کو حقیقت سے آگاہ کردے وہ مرشد کامل

ہے۔

قارئین کرام ابھی ہمارا ایک معمہ تو ہوگیا کہ انسان کہاں سے آیا ہے ابھی اس قسم کے چند سوال اور بھی ہیں جن کا جواب ناممکن ہے ماسویٰ قران حدیث و تعلیمات اولیاء ابھی ایک اور سوال ہمارے ذہن کے ایک گوشہ شوق سے جنم لیتا ہے وہ یہ کہ انسان کا اس دنیا میں آنے کا مقصد کیا ہے؟

معزز قارئین! ہم اپنے ذہن کے اندر موجود دنیائے تخیلات میں جاتے ہیں اور اپنے خالق حقیقی سے یہ بات پوچھتے ہیں کہ اے ہمارے پروردگار تو نے ہمیں کس لئے پیدا کیا تو بصورت حدیث قدسی ہمیں یہ جواب ملا **فخلقت الخلق لاعرف**

ترجمہ: ''پس میں نے مخلوق کو اپنی پہچان کیلئے پیدا فرمایا۔''

اب سوال یہ ہے کہ ہمیں اللہ تعالیٰ کی پہچان کیسے ہوگی اس بارے میں حدیث نبوی ﷺ ہے: **من عرف نفسهٗ فقد عرف ربهٗ** ترجمہ: ''جس نے اپنے آپ کو پہچان لیا پس اس نے اپنے رب کو پہچان لیا۔''

یہ کیسے ہوسکتا ہے کہ اپنے آپ کو پہچان لینے سے انسان رب کو پہچان لیتا ہے؟ جب یہ سوال اٹھا تو حضرت امام غزالیؒ نے اس حقیقت کو چند الفاظ میں سمو دیا یعنی سمندر کو کوزے میں بند کردیا۔ آپ فرماتے ہیں۔

''اے انسان تجھ سے قریب ترین اگر کوئی چیز ہے تو تیری اپنی ذات ہے اس لئے اگر تو اپنے آپ کو نہیں پہچانتا تو کسی دوسرے کو کیونکر پہچان سکے گا فقط یہ جان لینا کہ یہ میرے ہاتھ ہیں یہ میرے پاؤں ہیں یہ میری ہڈیاں ہیں اور یہ میرا جسم ہے اپنی ذات کی شناخت تو نہیں ہے اتنی شناخت تو اپنے بارے میں دیگر جانور بھی رکھتے

ہیں۔فقط یہ جان لینا کہ بھوک لگے تو کچھ کھالینا چاہیے غصہ آئے تو جھگڑا کر لینا چاہیے شہوت کا غلبہ ہو جائے تو جماع کر لینا چاہیے یہ تمام باتیں تو جانوروں میں بھی تیرے برابر پائی جاتی ہیں پھر تو ان سے اشرف مخلوق کیونکر ہوا تیری اپنی ذات کی معرفت و پہچان کا تقاضا یہ ہے کہ تو جانے کہ تو خود کیا ہے؟ کہاں سے آیا ہے؟ اور کہاں جائے گا؟ تو کس کام کیلئے آیا ہے؟ تجھے پیدا کیا گیا ہے تو کس غرض سے؟ تیری نیک بختی و سعادت اور کیا ہے اور کس چیز میں ہے تیری بدبختی اور شقاوت کیا ہے اور کس چیز میں ہے؟ اور یہ صفات جو تیرے اندر جمع کر دی گئی ہیں اور ان میں سے بعض صفات حیوانی ہیں بعض وحشی درندوں کی ہیں بعض شیطانی بعض جناتی اور بعض ملکوتی ہیں تو ذرا غور تو کر تو ان میں سے کون کونسی صفات ہیں جن کی حیثیت تیرے باطن میں غریب و اجنبی اور عارضی ہے جب تک تو ان حقائق کو نہیں پہچانے گا اپنی ذات کی شناخت سے محروم رہے گا اور اپنی نیک بختی اور سعادت کا طلبگار نہیں بنے گا کیوں کہ ان میں سے ہر ایک کی غذا علیحدہ علیحدہ ہے اور سعادت بھی علیحدہ علیحدہ ہے جو چوپایوں کی غذا اور سعادت یہ ہیں کہ کھائیں پئیں سوئیں اور مجامعت میں مشغول رہیں فکر تو بھی یہی کچھ ہے تو دن رات اسی کوشش میں لگا رہ کہ تیرا پیٹ بھرتا رہے اور تیری شہوت کی تسکین ہوتی رہے درندوں کی غذا اور سعادت یہ ہے لڑنے بھڑنے مارنے مرانے اور غیظ و غضب میں ہے شیطانوں کی غذا اور سعادت شر انگیزی اور مکر و حیلہ سازی میں ہے اگر تو ان میں سے ہے ان ہی جیسے مشاغل اختیار کرتا کہ تو اپنی مطلوبہ راحت حاصل کرے فرشتوں کی غذا اور سعادت ذکر و تسبیح و طواف میں ہے جبکہ انسان کی غذا اور سعادت قرب الٰہی میں ہے تا کہ اللہ تعالیٰ کے انوار و جمال کا مشاہدہ کر سکے اور اپنے آپ کو

غصہ اور شہوت کے ہاتھ سے رہائی دلا سکے اور تو طلب کرے تو ذات یکتا کو کرے تا کہ تجھے معلوم ہو جائے کہ تیرے اندر حیوانی وبہیمی صفات کا پیدا کرنے والا کون ہے اور تجھ پر یہ حقیقت بھی منکشف ہو جائے کہ پیدا کرنے والے نے ان صفات کو تیرے اندر جو پیدا کیا تو اس لئے کہ وہ تجھے اپنا اسیر بنالیں اور تجھ پر غلبہ حاصل کر کے خود فاتح بن جائیں یا اس لئے کہ تو ان کو اسیر و مسخر بنالے اور خود ان پر غالب آجائے اور اپنے ان سیروں اور مفتوحین میں سے کسی کو اپنے سفر کا گھوڑا بنالے کسی کو اپنا اسلحہ بان لے تا کہ یہ میدان جو تجھے اس منزل گاہ فانی میں گذرنا ہیں ان میں سے اپنے ان غلاموں سے کام لے کر اپنی سعادت کا بیج حاصل کر لے اور جب سعادت کا بیج تیرے ہاتھ آجائے تو ان کو اپنے پاؤں تلے روندتا ہوا اپنی اس قرارگاہ سعادت میں واخل ہو سکے جسے خواص کی زبان میں حضورِ حق کہا جاتا ہے یہ تمام باتیں تیرے جاننے کی ہیں جس نے ان کو نہ مانا وہ راہ دین سے دور رہا اور لامحالہ دین کی حقیقت سے حجاب میں رہا۔ (کیمیائے سعادت)

اس عبارت سے ہمیں یہ معلوم ہوا کہ ہر چیز ہمارے ہاتھ میں ہے ہم ہاتھ کا رخ چاہے جدھر کردیں اگر صحیح راستے پر چلیں تو ساری زندگی سر دیواروں سے پٹختے ہیں فائدہ نہیں ملے گا۔ ہر چیز ہمارے اندر موجود ہے مثبت پہلو علامہ اقبالؒ نے انسان کے باطن کے بارے میں کیا خوب ہے۔

خودی کی خلوتوں میں کبریائی
خودی کی جلوتوں میں مصطفائی
زمین و آسمان و کرسی و عرش

خودی کی زد میں ہے ساری خدائی

ہمارے دلوں کے اندر ہر چیز موجود ہے ہر سمت موجود ہے ہر خزانہ ہے ہر تخت موجود ہے لیکن حضرت سخی سلطان باھوؒ نے کیا خوب ہے تشریح فرمائی؛

کوڑا تخت ہے دنیا والا پچی فقر دی بادشاہی ھو

ایک اور جگہ پر ارشاد فرمایا۔

باجھ وصال اللہ دے باھوؒ سب کہانیاں قصے ھو

اللہ تعالیٰ کا دیدار و معرفت اور پہچان اگر ہمارے دلوں کو نصیب نہیں ہوئی تو اس زندگی کا کوئی فائدہ ہی نہیں کسی شاعر نے کیا خوب کہا:

زندگی زندہ دلی کا نام ہے
مردہ دل کیا خاک جیا کرتے ہیں

علامہ اقبالؒ فرماتے ہیں

برمقام خود رسیدن زندگی ست
او ذات را بے پردہ دیدن زندگی ست

''کہ اپنے مقام پر پہنچ جانے کا نام زندگی ہے اس ذات کو بلاحجاب دیکھنا زندگی ہے اس مقام سے علامہ اقبالؒ نے جو مطلب لیا اس سے مراد یہ ہے کہ وہ مقام لاھوت لامکان ہے جہاں انسان کی اصل پیدائش ہوئی اور جہاں اس نے اللہ تعالیٰ کی ذات کے انوار و تجلیات کا بلاحجاب مشاہدہ کیا اور چار ہزار سال اپنے مالک کے قرب و وصال میں گزارے وہ ہے انسان کا اصل مقام جس پر پہنچنے کا نام علامہ اقبالؒ نے زندگی رکھا ہے اور انسان کی مشابہت موجودہ حالات کے مطابق آپ یہ لگالیں کہ شیر

اور جنگل کا بادشاہ ہے لیکن بھیڑوں میں رہ کر حقیقت کھو چکا ہے اور اپنے مرکز سے دور ہو چکا ہے اس کا انجام کسی نے خوب کہا۔

قوموں کیلئے موت ہے مرکز سے جدائی

شیر کو کھانے کیلئے پتے دیئے گئے حالانکہ اس کی خوراک گوشت تھی انسان کو بھی اسی طرح صرف ظاہری خوراک پر محدود کردیا گیا۔انسان کی خوراک باطنی بھی ہے انسان کا ایک مادی سفلی وجود ہے جو سبزیات ،میوہ جات ،فروٹ گوشت وغیرہ کھا کر زندہ رہتا ہے اسی طرح اس کا علوی روحانی لطیف جسم ہے جس کیلئے بھی خوراک کی ضرورت ہے اور وہ خوراک پہلے اللہ تعالیٰ کے انوار وتجلیات کا مشاہدہ سے ثابت کردی گئی ہے شیر جب تک پتے کھاتا رہا بھیڑ بنا رہا جب اس کو اس کی اصل خوراک ملی اس کو اپنا سکون اور لذت و کیف بھی تب حاصل ہوئی اسی طرح جب انسان کو ظاہری خوراک ملے گی روح کو اس وقت سکون اور اطمینان نصیب ہوگا اسے چاہیے کہ شیر تلاش کرے جو اسے اس کی اپنی حقیقت سے آگاہ کر دے اور اصلی خوراک مہیا کردے وہ مرشد کامل ہے۔

جو اس کائنات پر اللہ کی نیابت کرتا ہے اور اسے بادشاہی کی حاجت نہیں رہتی کیونکہ اس کا باطن اللہ کی عطا کردہ طاقت وقوت سے نظام الٰہی کی نگرانی کررہا ہوتا ہے اور ہم کو ''فریب خوردہ'' سمجھ کر آشنائے رموز حق کر دیتا ہے اور ہمیں اس دار فانی میں حیات جاوداں تک پہنچنے کا طور اطوار سکھا رہا ہوتا ہے مگر بات صرف یہاں پر ختم ہوتی ہے کیا ہم نے اسے طلب کیا ہے آیا ہم نے اس کی جستجو کی ہے؟ اگر ''نہیں'' تو اپنے ضمیر کے ظاہر و باطن میں ہم مجرم ٹھہرے اگر ''ہاں'' تو یہ اس کا وعدہ ہے

من طلبنی فقد وجدنی

''جو مجھے طلب کرتا ہے پس تحقیق وہ مجھے پالیتا ہے''

مگر پھر بھی بات ہماری طلب پر ختم ہوتی ہے یہی پیغام آج جانشین سلطان الفقر امام الوقت حضرت سخی سلطان محمد علی صاحب مدظلہ الاقدس دے رہے ہیں کہ

''آؤ شیر و بھیڑوں کی اس مڈبھیڑ میں تمہیں حقیقت سے آشنا کر دیں''

اگر ہم آج بھی نہ سنور سکے تو یہ کہنا بے جا نہ ہوگا۔

وہ ''فریب خوردہ ''شاہین جو پلا ہو کرگسوں میں
اسے کیا خبر کہ کیا ہے راہ و رسم شہبازی

☆☆☆☆

WWW.ALFAQR.NET